سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

شفقت علی خلق اللہ

تقریر

صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب

برموقعہ

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ سنہ ۱۹۶۱ء

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

شفقت علیٰ خلق اللہ

دسمبر ۱۹۲۱ء کو جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ پر محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے مندرجہ بالا موضوع پر جو تقریر فرمائی اس کا مکمل متن افادۂ احباب کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب ۵۷)

انسانِ کامل

آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از مادرے

ہمارے سیدنا مولیٰ ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانِ کامل ہیں۔ ہر صفتِ کمال اور ہر خوبی میں تمام انسانوں سے اعلیٰ اور افضل اور برتر۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے اس کمال سے موصوف ہونے اور انسان کامل کا نام پانے کے لئے تین اوصاف کا کامل طور پر کسی انسان میں پایا جانا بطور شرط قرار دیا ہے۔

اوّل۔ یہ کہ ایسا انسان بشریت کے تمام ظاہری اور باطنی خواص اپنے اندر رکھتا ہو اور کمالاتِ انسانی میں سے کوئی کمال ایسا نہ ہو نہ ظاہر کے لحاظ سے اور نہ باطن کے لحاظ سے جو اس میں موجود نہ ہو۔

دوم۔ یہ کہ اس میں خدا کی روح کامل طور پر پھونکی جائے اور وہ صفاتِ الٰہیہ کا کامل اور اتم مظہر ہو

جلوہ گر ہوں اور اس کی روح اور وجود کا ذرہ ذرہ خداتعالیٰ کی روح کے لئے تجلی گاہ بن جائے۔

سوم۔ پھر جب اس میں یہ دو باتیں پیدا ہو جائیں گی تو لازماً اس میں ایک ایسا حُسن اور ایسی کشش پیدا ہو جائیگی کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کی طرف بے تابانہ اور بے اختیارانہ کھچتا چلا آئے گا گویا کہ وہ تمام موجودات کا محور ہے اور وہ مقناطیس ہے جس کی طرف ذرّہ ذرّہ ایک طبعی کشش اور ایک فطری شوق اور ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی لذت

کے ساتھ کھینچا جاتا ہے اور ہر موجود اسے اپنا مطلوب قرار دیتا اور اس کی خدمت کرنا اور اس کی مقصد براری میں لگ جانا اپنے لئے عین راحت یقین کرتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں سجودِ ملائک قرار دیا گیا ہے۔

غرض یہ وہ تین باتیں ہیں جن کے کامل طور پر پائے جانیکے نتیجہ میں کوئی انسان انسانِ کامل کہلا سکتا ہے۔ اور ایسا انسان ایک ہی ہے یعنی ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ ص کی مندرجہ ذیل آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا ہے فرماتا ہے۔

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ
وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ

یعنی خدا نے کہا کہ میں اپنے ہاتھ سے ایک کامل انسان بناؤں گا۔ پھر تمام بشری کمالات و صفات اس میں رکھنے کے بعد اس میں اپنی روح کامل طور پھونک کر اسے اپنی صفات اور اپنے جلال و جمال کا تجلی گاہ بناؤں گا۔ تب اسے تمام فرشتو تم بھی اور تمہارے ساتھ تمام کائنات بھی اس کے احسانوں کے اقرار کے

طور پر اس کی خدمت میں لگ جاتا۔

یہ بشر جس کا اس آیت میں ذکر ہے حضرت آدمؑ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ نہ تو آدم کا کامل تسویہ ہوا۔ یعنی بشریت ان کی ذات میں اپنے کمال کو نہیں پہونچی اور نہ ہی وہ خدا تعالےٰ کی روح کا کامل تجلی گاہ تھا اور نہ ہی سجود ملائک اس کے لئے تھا۔ بلکہ سجود ملائک تو اس نور محمدی کی وجہ سے تھا جس کی ایک ادنیٰ جھلک فرشتوں کو آدم میں نظر آئی تھی۔ بات دراصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ حبیب خدا ہیں۔ اس لئے خدا کے کلام میں بکثرت آپ کا ذکر اشاروں اور کنایوں میں کیا گیا ہے اس لئے کہ محبوب کا ذکر اشاروں ہی میں بھلا لگتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

محب اور محبوب کا تعلق ایک راز ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر طریق اور احسن صورت یہی ہے کہ جب اس راز کی طرف اشارہ کرنا ہو۔ تو دوسروں کے ذکر میں کنایۃً اس ذکر کو لایا جائے

مقام شفاعت

اسی مضمون کو اللہ تعالےٰ نے سورۂ احزاب کی اس آیت میں

بیان فرمایا ہے جو میں نے شروع میں تلاوت کی تھی یعنی

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی نہایت درجہ تعریف کرتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں خدا کی روح چمکی ہے اور اس نے لاہوتی صفات سے حصہ لیا ہے اور فرشتے بھی اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے لئے دعائیں لگے ہوئے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے مخلوقِ خدا کے ساتھ بھی کامل تعلق ہے اور ہر موجود نے فیضانِ الٰہی اسکے ذریعہ سے پایا ہے اور اقرار کرتے ہیں کہ مخلوقِ خدا کی طرف سے جو حق آپ پر عائد ہوتا تھا آپ نے وہ حق کامل طور پر ادا کر دیا ہے۔ اس لئے اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جنہوں نے اس انسانِ کامل کی شفقتوں سے، اس کی محبت سے، اس کے ترحم سے، اس کے نوروں اور اس کی برکتوں سے ساری مخلوق سے زیادہ حصہ لیا ہے، تم بھی اس کی تعریف کرو اور اس کے محامد بیان کرو اور درود بھیجو۔ اور اس کے حضور میں سلام عرض کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وبارك عليه۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو خالق و مخلوق سے ایسا کامل تعلق ہے کہ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں اور آپ نے دونوں طرفہ تعلق کو ایسے حُسن و خوبی سے ادا فرمایا ہے کہ جس کی تعریف و توصیف تحدید سے باہر ہے اور اس دوگونہ کامل اتحاد کے نتیجہ میں آپ کو وہ مقام حاصل ہوا ہے جسے مقامِ شفاعت کہتے ہیں اور آپ کو خالق اور مخلوق کے درمیان شفیع مقرر کیا گیا ہے۔ تاکہ آپ خدا تعالیٰ کے فیضانِ ربوبیت، اور اس کی رحمتوں اور اس کے فضلوں سے خدا کی مخلوق کو بہرہ ور کریں اور خدا تعالیٰ سے لیکر اس کے بندوں کو دیں :

شفع کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینے کے ہوتے اور شفیع وہ ہے جو خالق اور مخلوق کو ملاتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ عام مخلوق اپنے قصوروں اور کمزوریوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے فیضان کو بلا واسطہ لینے کے اہل نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت نے چاہا کہ ایک ایسا وجود پیدا کرے جو اس کے اور اس کے مخلوق کے درمیان وسیلہ ہو اور اس کے فضلوں اور رحمتوں کو اس کے بندوں تک پہنچائے :

عالمِ ظاہر میں اس قانونِ شفاعت کی موٹی اور واضح مثال ماں کا وجود ہے کہ بچہ چونکہ اپنی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے خدا تعالیٰ

کی نعمتوں روٹی، پھل وغیرہ اشیاء سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کر کے اس کے اور اپنے فیضان کے درمیان ایک وسیلہ اور شفیع پیدا کر دیا۔ یعنی اس کی ماں جو خدا کی ان نعمتوں کو لیتی ہے۔ پھر اپنی انتہائی محبت اور شفقت کی وجہ سے اپنے جگر کا خون کر کے ان نعمتوں کو ایسی شکل میں تبدیل کر دیتی ہے جس سے اس کا بچہ فائدہ اٹھا سکے تب اس کی محبت قربانی اور ایثار کے نتیجہ میں اس کی چھاتیوں میں دودھ اتر آنا اسی انتہائی شفقت اور رحمت کا کرشمہ ہے جو مقام شفاعت پر فائز ہونے والے انسان کے دل میں ہوتی ہے:

صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم

پھر اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دو طرفہ کامل تعلق کے متعلق جس کے نتیجہ میں آپ ایک طرف تو کامل طور پر خالق میں محو ہو گئے اور دوسری طرف بنی نوع انسان کی ہمدردی میں گداز ہو کر آپ کی روح پانی کی طرح بہہ پڑی اور ان کی محبت میں آپ نے ایسی ایسی قربانیاں کیں جو تصور سے بالا ہیں اور ان پر شفقت کے لئے اور خدا کے فضلوں سے انہیں حصہ دلانے کے لئے لاکھوں موتوں کو اپنے لئے قبول کر لیا فرماتا ہے۔

دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالےٰ کے قُرب میں برابر بڑھتے گئے یہاں تک کہ کامل طور پر اس میں محو ہو گئے اور اس کی تمام صفات کے مظہر ہو گئے اور اپنی ساری مرضیات پر موت وارد کر کے اپنے مولا کی مرضیات کو اختیار کر لیا۔ اپنے وجود سے کلی طور پر الگ ہو کر ہمہ وجود اپنے خالق کا رنگ اختیار کر لیا۔ اتنے مٹے، اتنے مٹے اور اس طرح اپنی ذات سے کھوئے گئے کہ آئینہ بن گئے جس میں خدا کا چہرہ نظر آنے لگا۔ غرض جب تمام صفات باری کو اپنے وجود میں عکسی طور پر پیدا کر لیا اور اللہ تعالےٰ نے اپنا سب کچھ آپ کو دے دیا تو نیچے آئے۔ تاکہ خدا کی مخلوق کو اس فیضان سے حصہ دیں جو آپؐ نے خدا سے پایا تھا۔ اگر آپؐ کی جگہ کوئی اور انسان ہوتا جسے یہ مقام حاصل ہوا ہوتا تو وہ اپنے سفر کو ختم سمجھتا۔ کیونکہ اس نے جو کچھ پانا تھا پا لیا اور تمام بلندیوں کو طے کر لیا لیکن ہمارے حضور ایسے نہ تھے۔ آپؐ کے دل میں خدا کے بندوں کی اتنی ہمدردی اور محبت تھی کہ جب خدا نے آپؐ کو یہ دولت دی تو پہلا خیال آپؐ کے دل میں یہی آیا کہ میں خدا تعالےٰ کی دوسری مخلوق کو بھی اس نعمت سے حصہ دوں چنانچہ آپؐ نے بندوں کی طرف نزول کیا تاکہ خدا کے فیضان سے اس کے بندوں کو حصہ دیں

اور اس کی ربوبیت اور اس کی رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت یوم الدین کو دنیا پر ظاہر کریں۔ اس دو طرفہ رفع و نزول کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو دونوں طرفوں سے کامل تعلق ہو گیا۔ گویا کہ دونوں قوسوں کی ایک ہی وتر ہو گئے۔ اب چاہے تم اسے قوسِ اعلیٰ کی وتر سمجھو یا قوسِ اسفل کی۔ بہرحال وتر ایک ہی ہے جس نے دونوں قوسوں کو ملا دیا ہے اور خالق اور مخلوق کے درمیان برزخ کے طور پر واقع ہے کہ خدا تعالیٰ کے فیضان کو بندوں تک پہنچاتا اور بندوں کو خدا سے ملاتا ہے۔

دونوں قوسوں سے مساوی تعلق

میری تقریر کا موضوع اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدا تعالیٰ کی مخلوق سے شفقت سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی مجھے یہ بتانا ہے کہ آپ قوسِ خلق کی وتر ہیں لیکن جیسا کہ اوپر کے بیان سے ظاہر ہے آپ کا وجود باجود اس طرح پر واقع ہے کہ دونوں قوسوں سے اسے مساوی تعلق ہے۔ اس لئے ان میں سے کوئی مضمون اس وقت تک بیان نہیں ہو سکتا جب تک کہ دوسرے حصہ پر بھی کچھ روشنی نہ ڈالی جائے یوں سمجھیں کہ آپ کا وجود ایسا ہے جس طرح دو منزلہ عمارت کا وہ حصہ جو پہلی منزل کو دوسری منزل سے الگ کرتا ہے۔ پہلی منزل اگر خلق کا مقام سمجھو لیا

جائے تو آپ اس منزل کی چھت ہیں اور دوسری منزل کو اگر خالق کے مقام سے تشبیہہ دی جائے تو آپ اس منزل کا فرش ہیں۔ بہرحال تعلق دونوں سے مساوی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا۔

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا

یہاں آسمان سے مراد آنحضورؐ ہی کا وجود ہے جو ایک طرف تمثیلی طور پر عرش رب العالمین ہے اور دوسری طرف محفوظ چھت بھی ہے جس کے نیچے خدا کی مخلوق آفات و مصائب اور ہلاکتوں سے بچ سکتی ہے محفوظ چھت کے الفاظ میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت علیٰ خلق اللہ ہی کی طرف اشارہ ہے کہ جو اس چھت کے نیچے پناہ لے گا اور اس کی رحمت اور شفقت سے حصہ لے گا وہ کبھی ناکامی اور نامرادی کا منہ نہیں دیکھے گا۔

اس تمثیل سے یہ بھی واضح ہے کہ جو کچھ اوپر سے نیچے آئے گا اسی چھت میں سے ہو کر آئے گا جو کہ دونوں قوسوں کی ایک ہی وتر ہے اور ہر موجود جو خدا کے فضلوں کو حاصل کرتا ہے وہ اسی ذریعے سے حاصل کرتا ہے۔ پہلوں نے بھی آپ ہی کے فیضان سے حصہ لیا اور آئندہ بھی ہر کوئی فیض الٰہی آپؐ ہی کے ذریعہ حاصل کریگا۔ سورج کی ضیا پاشیاں اور چاند کا نور عیسیٰ کا جلال اور ابراہیمؑ کا علم اور جمال سب اسی نور محمدی کا حصہ ہے۔ آپؐ کی ماتھا اور آپؐ کی گود ہر ایک مخلوق کے لئے انتہائی شفقت سے کھلی ہے۔

غرض مقام تدلّی یعنی شفقت علیٰ خلق اللہ کے مضمون کو بیان کرنے کے لئے مقام دنو پر بھی روشنی ڈالنی ضروری تھی۔ جسے اختصاراً بیان کرنے کے بعد اب میں حضور کے مقام تدلّی پر یعنی حضور کی شفاعت کے اس حصہ پر جس کا مخلوقِ خدا سے انتہائی ہمدردی اور ان کیلئے انتہائی ایثار اور ان سے بے انتہا پیار اور بے حد محبت سے تعلق ہے۔ کچھ روشنی ڈالوں گا۔

مقام تدلّی کی تشریح

تدلّی کا لفظ دلو سے نکلا ہے جس کے ایک معنی شفاعت کے اور دوسرے معنی ڈول کے ہوتے ہیں اور مفہوم اس کا یہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس مقام شفاعت پر فائز ہیں کہ خدا تعالےٰ سے انتہائی تعلق کی وجہ سے اس کے فیضان کو حاصل کرتے اور مخلوق پر انتہائی مہربان اور ان کے انتہائی غمگسار رہتے اور ماں باپ سے بڑھ کر ان کی چاہت رکھنے کے سبب اس فیضانِ الٰہی کو اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں چونکہ آپ خدا تعالےٰ کی تمام صفات کے مظہر ہیں اور خدا تعالےٰ کی صفات اتنی ہی متعدد ہیں جتنی اس کی مخلوق اس لئے آپ کی ہمدردی بھی بے نہایت اور تمام مخلوق پر حاوی ہے۔ آپ خدا کی ہر صفت سے حصہ لیتے۔ اور اس

ہر مخلوق کو خواہ وہ قریب ہو یا بعید اس کی استعدادوں کے مطابق خدا
کے فضل اور رحمت سے حصہ دیتے ہیں۔ ذروں میں باہم اتصال کی
قابلیت، حسن کی کشش، بارش کا فیضان اور زمین کا قبول فیضان، سمندر
کی گہرائی، فضاؤں کی وسعت، پہاڑوں کی استقامت، سورج کی تابانی
چاند کی چاندنی، ستاروں کی جگمگاہٹ، آسمانوں کی بلندی، فرشتوں
کی تسبیح و تقدیس، انسان کا خلیفۃ اللہ ہونا، ماں کی ممتا، باپ کی شفقت
دوست کی وفاداری، غرض ہر حسن و خوبی، ہر طاقت و قوت، برکت و نور
اسی وجود مبارک کی شفاعت کا نتیجہ ہے حسن و احسان کا سرچشمہ خدا
کی ذات ہے اور حسن خداوندی کا مظہر ہے محمد عربی۔ قاب
قوسین۔ شفیع الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمارا رب نور ہے اس
نے چاہا کہ نور پیدا کرے۔ تب اس نے محمد کو پیدا کیا۔ پھر اس
نور کی برکت سے تمام موجودات ظہور میں آئیں۔ فصلی اللہ علیہ وسلم

اگرچہ اس سوال کا جواب کہ یہ مقام محمود یا مقام شفاعت حضرت
ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں ملا کسی اور کو کیوں نہیں
ملا۔ پہلے آچکا ہے لیکن مزید وضاحت کے لئے میں قرآن کریم کی ایک
اور آیت کو پیش کرتا ہوں جو اس مضمون کو اور بھی واضح کر دیتی ہے
فرماتا ہے۔ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تو دنیا کو بتا دے کہ میری عبادتیں اور میری قربانیاں میری زندگی اور اس کا ہر لمحہ، میرا مرنا اور میرا جینا اللہ کے لئے ہے۔ میرا اپنی زندگی پر کوئی حق نہیں رہا۔ میں کامل طور پر اس کی راہ میں فنا ہو گیا ہوں۔ مجھے اب اپنے نفس سے اور اس کی خوشیوں سے اور اس کے آرام اور اس کی تکلیف سے کوئی غرض نہیں۔ کیونکہ میرا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ وہ اللہ تو جو سب جہانوں کا پیدا کرنے والا اور ان کی پرورش کرنے والا ہے۔ یہاں للہ رب العلمین کے الفاظ میں پھر اسی قاب قوسین کے مقام کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضور کی قربانیاں اور زندگی اور موت اس لئے تھی۔ کہ کامل طور پر خدا تعالیٰ میں محو ہو کر اس کے فیضان کو دنیا تک پہنچائیں۔ لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ آپ اپنے اوپر ایسی فنا وارد کرتے جس کے بعد نفس کا کچھ باقی نہیں رہتا اور اس راہ میں ہر لمحہ ہزاروں موتوں کو قبول کرتے جس طرح کسی نے کہا ہے۔

مرے سو منگن جائے

چونکہ آپ نے ربوبیت عالمین کو ظاہر کرنا تھا۔ ہر مخلوق کے لئے خدا سے مانگنا تھا۔ اس لئے ہر بار کے مانگنے کے لئے آپ کو ایک موت کا سامنا کرنا ضروری تھا اس لئے فرمایا میرا مرنا اور جینا اور میری بے مثال

قربانیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ تاکہ میری اس قربانی کے نتیجہ میں ربوبیت عالمین ہو سکے۔ غرض اس مقام کے لئے جس بے نفسی، بے جگری جانکنی، سینہ کاوی و دلگدازی کی ضرورت تھی۔ جتنی رحمت، شفقت، ہمدردی، غمگساری، دلفگاری، حزن و قلق مطلوب تھا۔ جس طرح اس راہ میں فنا ہو جانے اور بکلی مٹ جانے کی ضرورت تھی۔ یہ بات سوائے رسول اکرم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی دوسرے میں پائی ہی نہیں جاتی۔

خدا تعالےٰ سے انتہائی محبت اور اس کے بندوں پر انتہائی شفقت

خدا تعالےٰ سے انتہائی محبت اور اس کے بندوں پر انتہائی شفقت ہی وہ امانت ہے جس کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے یہ امانت اہل سما پر بھی پیش کی اور اہل ارض پر بھی۔ لیکن کوئی اس جنس گرانمایہ کا خریدار نہ ملا۔ اور کوئی اس بار گراں کے اٹھانے کا روادار نہ ہوا۔ کیونکہ اس امانت کا اہل بننے کے لئے آسمانوں کی رفعت و وسعت زمینوں کا تذلل اور نرم دلی، پہاڑوں کا عزم اور استقامت کافی نہ تھا۔ بلکہ ایک چوتھی چیز کی بھی ضرورت تھی یعنی قلبِ محمدؐ کی بے نفسی سوزش اور گداز جو محمد کے سینہ کے سوا

کہیں اور موجود نہیں۔ وحملہا الانسان انہ کان ظلوماً جہولاً سوائے انسان کامل نے اس بوجھ کو اٹھایا۔ اس لئے کہ وہ مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں حد درجہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔ اور اس کا سینہ ہمدردیٔ خلائق کے جوش سے ایسا پُر ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچانے کی خاطر وہ اپنا نفع و نقصان بالکل بھول جاتا ہے فداہ ابی و امی و نفسی و روحی

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ جانتے ہو خدا تعالےٰ نے مجھے کیوں بنی آدم پر فضیلت دی ہے اور ان کا سردار بنایا ہے۔ عرض کی کہ خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا محشر کا میدان ہوگا۔ تمام انسانوں پر انتہائی خوف و ہراس کی حالت طاری ہوگی۔ سورج بہت قریب آجائیگا۔ مخلوقِ خدا کو ایسی تکلیف اور غم ہوگا کہ ان کی برداشت سے باہر ہوگا۔ تب وہ انبیاءؑ کے پاس جائیں گے۔ کہ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کرو۔ یکے بعد دیگرے وہ آدمؑ کے پاس نوحؑ کے پاس ابراہیمؑ کے پاس موسےٰؑ و عیسےٰؑ کے پاس جائیں گے۔ لیکن ہر جگہ انہیں مایوسی ہوگی۔ اور ہر نبی یہ کہہ کر انکار

کر دیگا کہ آج ہمارا رب اتنا غضب ناک ہے کہ نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ آئندہ کبھی ہو گا۔ نفسی نفسی۔ ہمیں تو اپنی جان کی پڑی ہے جاؤ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تب خدا کے بندے اس انسان کے پاس جسے خدا نے امیدوں کا سورج بنا کر بڑھایا ہے۔ جو ٹوٹے دلوں کا جوڑنے والا اور مایوسوں کو خوشخبری دینے والا ہے حاضر ہوں گے اور ان کی امیدیں پوری کی جائیں گی۔ فرمایا۔

"پھر وہ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کی درخواست قبول کروں گا اور اپنے رب کے عرش کے نیچے دعا میں گر جاؤں گا تب خدا تعالےٰ مجھے اپنی حمد و ثنا ایسے طور پر سکھائے گا جو میرے سوا کسی اور کو نہیں سکھائی گئی۔ جب میں اس کے مطابق اس کی حمد کروں گا تو وہ عزوجل فرمائے گا محمد اپنا سر اٹھا۔ مانگ جو مانگتا ہے تجھے دیا جائے گا جس کی چاہے شفاعت کر تیری شفاعت قبول ہوگی۔ تب میں سجدے سے سر اٹھاؤں گا اور کہونگا۔ اُمَّتِي يَا رَبِّ اُمَّتِي يَا رَبِّ میرے رب میں اپنے لئے کچھ نہیں مانگتا تو میری امت کو بخش دے۔ اس پر رحم کر۔ میرے رب میری امت جسے میں نے اپنے خونِ جگر سے پالا ہے۔ جس کی خاطر میں نے وہ دکھ

اٹھائے ہیں جنہیں تیرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میری وہ امت مجھے دے دے۔ تب وہ ارحم الراحمین فرمائے گا۔ دیکھ یہ جو جنت کا داہنا دروازہ ہے۔ یہ صرف تیری امت کے لئے ہے۔ اس میں سے جتنے چاہتا ہے داخل کردے۔ ان سے کوئی حساب نہیں لیا جائیگا۔ اور باقی دروازوں میں سے بھی وہ دوسروں کے کے شریک ہوں گے۔ غرض اس وقت جبکہ ان مقدسوں اور کاملوں کی زبان پر بھی جنہیں ان کی قوموں کا نجات دہندہ بنا کر بھیجا گیا تھا نفسی نفسی ہوگا۔ ہمارے پیارے آقا کی زبان پر امتی امتی ہوگا"۔

کشتۂ قوم و فدائے خلق قربان جہاں
نے بجسم خویش میلش نے بنفس خویش کار

نعرہ ہا پُر درد میزد از پئے خلق خدا
شد تضرع کار او پیش خدا لیل و نہار

سخت شورے بر فلک افتاد زاں عجز دعا
قدسیاں را نیز شد چشم از غم آں اشکبار

(از حضرت مسیح موعود)

آپؐ خدا کی ساری مخلوق پر جان چھڑکتے تھے اور ان کے فائدہ کے لیئے اپنے آپ کو قربان کرتے تھے۔ ان کی خدمت میں آپؐ کو نہ تن بدن کا ہوش ہوتا تھا نہ اپنے آرام کا کوئی خیال۔ بس ہر وقت خدا تعالےٰ کے حضور رونے اور اس کے بندوں کے لیئے رحم کی درخواست کرنے۔ آپؐ کی دعاؤں اور گریہ و زاری سے آسمان پر سخت شور برپا ہو گیا اور آپؐ کے غم کی تاب نہ لا کر فرشتے بھی رو پڑے۔

آخر از عجز و مناجات و تضرع کردنش
شد رجوع رحم بر حق عالم تاریک و تار

آخر آپؐ کی عاجزانہ دعاؤں اور زاری کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ کو بندوں پر رحم آ گیا۔ اور اس نے دنیا پر جو سخت تاریکی میں مبتلا تھی رحم کی نظر کی۔ اسی طرح فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ہر نبی کو دعا کا ایک ایسا موقعہ دیتا ہے کہ وہ جو مانگیں ان کو دیا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے مجھے بھی یہ موقعہ دیا لیکن میں نے خدا سے عرض کی کہ میرا یہ حق محفوظ رکھ۔ میں قیامت کے دن اسے اپنی امت کے حق میں شفاعت کے لئے استعمال کروں گا۔ فرمایا میری شفاعت سے انشاءاللہ میری امت کا ہر فرد جو خدا کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک قرار نہیں دیتا فائدہ اٹھائے گا۔

خدا تعالیٰ کے بندوں سے عدیم المثال محبت و شفقت

خدا کے بندوں سے محبت اور شفقت آپؐ کا فطرتی رنگ تھا اور ان کے لئے جان دینا آپؐ کے لئے ایک طبعی امر۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (سورۃ ص)

یعنی تو ان سے کہہ دے کہ مَیں اس خدمت کا اس پالنے پوسنے کا اس محبت کا تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ تکلف اور بناوٹ میرا طریق نہیں۔ تمہاری محبت اور تم پر شفقت تو میری فطرت میں داخل ہے اور میرے لئے عین راحت۔ کیا ماں باپ بچوں کی خدمت میں کوئی تکلیف محسوس کرتے ہیں یا کیا وہ کسی بدلہ کی خاطر خدمت کرتے ہیں۔ پس میرے متعلق جس کی محبت ماں باپ سے بڑھ کر ہے کیونکر خیال کرتے ہو کہ میں کسی بدلہ کا متمنی ہو سکتا ہوں میرا بدلہ یہی ہے کہ تم مجھے اپنی خدمت کرنے کا موقعہ دو۔

اسی طرح حضور فرماتے ہیں الحبُّ اساسی۔ خدا تعالےٰ نے میرے وجود کی بنیاد ہی محبت پر رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی محبت اور شفقت کا رنگ اتنا گہرا تھا کہ کسی طرح بھی اور کسی حالت میں بھی چھٹنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ کتنے کتنے آپؐ کو دکھ دیئے گئے۔ کس کس طرح آپؐ

کو ستایا گیا۔ خود فرماتے ہیں کہ مجھے خدا کی راہ میں اور بندوں کی ہمدردی کی پاداش میں وہ دکھ دیئے گئے ہیں جو کسی انسان کو نہیں دیئے گئے اور اس قسم کے خطرات میں سے گزرنا پڑا ہے جن میں سے کسی کو گزرنا نہیں پڑا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ مسلسل تیس دن ایسے آئے کہ میرے اور بلال کے کھانے کے لئے کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہوتی تھی جسے کوئی جانور بھی کھائے اور اگر کبھی کچھ ملا بھی تو اتنا تھوڑا کہ بلال کی بغل میں چھپ سکتا تھا۔

اُحد میں بدبختوں نے ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی کو زخمی کر دیا اور اگر خدا تعالےٰ کی حفاظت نہ ہوتی تو قتل ہی کر ڈالتے چہرۂ مبارک سے خون جاری تھا ہاتھ سے پونچھتے جاتے تھے اور زبان پر یہ الفاظ جاری تھے ہائے افسوس وہ لوگ کس طرح بامراد ہوں گے۔ کس طرح خدا کے فضلوں سے حصہ لیں گے جنہوں نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون آلود کر دیا جس کا صرف اتنا قصور ہے کہ وہ ان کو اپنے رب کی نعمتوں اور برکتوں سے حصہ لینے کے لئے بلاتا ہے۔ اتنی جفا دیکھتے اور دکھ اٹھانے کے باوجود رنگ محبت تھا کہ کسی طرح اترتا ہی نہیں تھا یہی دعا تھی

اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

خدایا میری قوم کو ہدایت دے یہ نادان ہیں اور نا سمجھ ہیں نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

پس انسان حیران رہ جاتا ہے کہ حضورؐ کی برکتوں اور نفع رسانی کو کس سے تشبیہہ دے۔ بارش بے شک حیات کا ذریعہ ہے سورج کی منفعت سے کسی کو انکار نہیں۔ اگر اس کی گرمی اور نور نہ ہو تو زندگی ختم ہو جائے لیکن یہ زندگی اور نفع رسانی صرف جسم تک محدود ہے اور پھر ہے کتنے دن کی مگر ہمارا رسول وہ پانی ہے جو دائمی اور لازوال حیات دیتا ہے وہ سورج ہے جو روح کو گرماتا اور قلوب کو منور کرتا ہے عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ آپؐ کی محبت اور شفقت کو کس کی شفقت اور محبت سے مشابہ قرار دے۔ دنیا میں تین قسم کی محبت اعلیٰ درجہ کی سمجھی جاتی ہے۔ ماں باپ کی محبت اولاد سے۔ انسان کی اپنی جان سے، مالک کی اپنی ملک سے، قرآن کریم میں اشارۃً آپؐ کی محبت کو ماں کی محبت سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ بلکہ آپؐ کی محبت ماں سے بھی بڑھ کر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

آں ترحّمہا کہ خلق از وے بدید
کس نہ دیدہ در جہاں از مادرے

کسی بچے نے اپنی ماں سے وہ محبت نہیں پائی جو محبت اور شفقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا کی ساری مخلوق پر فرماتے ہیں۔

پھر قرآن کریم میں آپؐ کو باپ بھی کہا گیا ہے۔ پھر سورۂ فاتحہ میں اور خود آپؐ کے اسمِ گرامی محمّد میں آپؐ کی مالکیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ غرض آپؐ میں یہ ساری محبتیں جمع ہو گئی ہیں بلکہ ان سے زیادہ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ۔

نبی مومنوں سے اس سے بہت زیادہ محبت اور شفقت کرتا ہے جتنی ان کی مائیں یا باپ ان سے محبت کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ان سے محبت کرتا ہے جتنی کہ وہ خود اپنی جان سے کرتے ہیں وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ فرمایا کہ یہ محبت اتنی شدید ہے کہ ماحول پر بھی اثر انداز ہو جاتی ہے۔ جتنا کوئی انسان نبی سے قریب ہوتا ہے۔ خدا کی مخلوق پر اتنا ہی زیادہ شفیق ہو جاتا ہے۔ فرمایا اس کی محبت کا اس بات سے اندازہ کرنے کی ذرا کوشش کرو کہ اس سے تعلق کی وجہ سے اس کی بیویاں بھی امت کی مائیں بن گئی ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج کے اس مقام کا اتنا خیال تھا کہ جب ایک دفعہ آپؐ کی ازواج نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ جب تنگی تھی ہم نے بھی تنگی برداشت کی۔ اب فراخی ہے سارے مسلمانوں کو

حالات اچھے ہو گئے ہیں۔ ان کے پاس کھانے کو اچھا ہے، پہننے کو اچھا ہے۔ لیکن ہماری وہی حالت ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ جب خدا تعالےٰ نے فراخی دی ہے تو ہم اپنی قربانی اور ایثار کو جاری رکھیں جس طرح آپؐ دوسرے مسلمانوں کو دیتے ہیں ہمیں بھی خرچ دیں۔ ہمارے ماں باپ سے بڑھ کر چاہنے والے آقا کو ہماری ماؤں کی یہ بات اچھی نہیں لگی۔ اور اس کے رب کو بھی یہ بات نہیں بھائی۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ سے کہا کہ تو اپنی بیویوں سے کہدے کہ تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ تم مائیں ہو اپنے مقام کو سمجھو۔ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو مائیں بنکر رہنا پڑیگا۔ مال کا ایثار، ماں کی سی قربانی، امت کے لئے کرنی ہوگی۔ لیکن اگر دنیا چاہتی ہو تو میرا اور تمہارا گزارہ نہیں ہو سکتا۔

فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا

پھر یہی عورت ہے کہ میں تمہیں مال دے دوں اور تمہیں واپس تمہارے ماں باپ کے گھر بھیج دوں۔

ہر شخص جو ازواج مطہرات کی سیرت سے واقف ہے جانتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک (خدا کی برکتیں اور رحمتیں ان پر ہوں) حقیقی طور پر امت کی ماں تھی۔ ان میں سے ہر ایک امت کی ہمدردی میں غریب پروری میں

جود و عطا میں اپنی مثال آپ تھی۔ حضرت عائشہؓ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا شام تک تقسیم کرکے اپنے کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ رات کے کھانے تک کیلئے گھر میں کچھ نہ تھا۔ عبداللہ بن زبیر کو شکوہ ہوا۔ حضرت عائشہؓ ان پر اتنا ناراض ہوئیں کہ فرمایا آئندہ تم سے کچھ نہیں لونگی۔ یہ رنگت اور یہ خوشبو آسمانی گلاب کے قرب کا ہی نتیجہ تھی۔

پس آپ مخلوقِ خدا کے لئے بجائے ماں بھی ہیں اور ان کے باپ بھی ہیں۔ آپ کو ان سے وہ تعلق بھی ہے جو مالک کو اپنے مِلک سے ہوتا ہے اور وہ تعلق بھی ہے جو روح کو جسم سے ہوتا ہے فرماتا ہے:

ثُمَّ اَنْشَاْنَاہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔

یہ خلقِ آخر جو تمام کائنات کے لئے بمنزلہ روح کے ہے اور ہر جان کی جان ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں جن کے احسن وجود نے ثابت کردیا کہ آپ کا پیدا کرنے والا احسن الخالقین ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی النبی اولیٰ بالمومنین تو حضورؐ نے عام اعلان فرمادیا کہ جو مومن فوت ہوجائے اور مال چھوڑ دے تو وہ اس کے وارثوں کو ملے گا لیکن اگر قرض چھوڑ دے فانا اولیٰ

ب: تو میں ادا کرونگا۔

آپ تمام مخلوقات کیلئے سراپا رحمت ہیں

غرض یہ تمام محبتیں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں اکٹھی ہوگئی ہیں اور آپ وہی ہیں جو آپ کے رب نے آپ کو قرار دیا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

فرماتا ہے اے احسن التخلیق! اے بشر کامل!! ہم نے تجھے تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ رحمت مجسّم ہیں۔ ہر ایک سے پیار کرنے والے، ہر ایک سے محبت کرنے والے، ہر ایک پر ترس کھانے والے، ہر ایک سے ہمدردی اور غمگساری کرنے والے، ہر ایک کی بخشش کا سامان کرنے والے، ہر ایک کی نگہداشت اور خبر گیری کرنے والے، ہر ایک کے وجود کا باعث، ہر ایک کی بقا کا ذریعہ، ہر وجود کے شفیع، اس تک فیضانِ الٰہی پہنچانے کا وسیلہ۔

اِنَّمَا اَنَا الْقَاسِمُ وَاللّٰهُ الْمُعْطِی

دینے والا تو خدا تعالیٰ ہی ہے مگر خدا نے مجھے اپنی حکمت سے اپنی رحمت اور عطا کا تقسیم کرنے والا بنایا ہے ہر ایک جو فیضانِ الٰہی کو پاتا ہے میرے ذریعہ پاتا ہے۔

فسبحان المصطفیٰ وصلی اللہ علی القاسم

پس آپؐ کی شفقت اور محبت کو ان ہی الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے کہ آپؐ رحمۃ العالمین ہیں آپؐ کی ہمدردی اور ترحم کی نہ گہرائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ وسعت کا نہ کیفیت کا نہ کمیت کا۔ آپؐ رحمت ہیں عالم ملکوت کے لئے بھی اور عالم ناسوت کے لئے بھی۔ عالم جماد کے لئے بھی اور عالم نباتات کے لئے بھی۔ عالم اجساد کے لئے بھی اور عالم ارواح کے لئے بھی۔ عالم حیوانی کے لئے بھی اور انسانی کے لئے بھی اچھوں کے لئے بھی اور بُروں کے لئے بھی۔ انبیاء کے لئے بھی اور عوام الناس کے لئے بھی۔

آپؐ رحمت ہیں عالم ملکوت کے لئے بھی کیونکہ آپؐ ہی ہر موجود کے وجود میں آنے کا باعث ہیں۔ آپؐ کے ذریعہ فرشتوں نے اسماء باری کا وہ علم پایا جو انہیں پہلے حاصل نہ تھا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے فرشتے آپؐ کی تعریف کرتے ہیں اور آپؐ کو دعائیں دیتے ہیں جو اس بات کا اقرار ہے کہ آپؐ واقعی ان کے لئے رحمت ہیں اور ان کے محسن۔

آپؐ رحمت ہیں عالم جماد کے لئے ایک حقیر ذرہ سے لیکر آفتاب عالمتاب تک سب کے لئے کیونکہ ان میں جو بھی خوبی پائی جاتی ہے وہ نور محمدی ہی کا انعکاس ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ

میں حضور کے ساتھ جا رہا تھا جس درخت یا پتھر کے پاس سے آپؐ گزرتے وہ آپؐ کو سلام کہتا۔ یہ شجر و حجر کا سلام وہی صلوٰۃِ ملائکہ ہے جس کا ذکر سورۂ احزاب میں ہے کیونکہ فرشتے ہی اس کے مدبر ہیں اس لئے فرشتوں کا صلوٰۃ و سلام تمام کائنات کی طرف سے ہے۔

پھر آپؐ رحمت ہیں عالم نباتات کے لئے۔ روایت ہے کہ شروع میں آپؐ ایک کھجور کے درخت کے تنے کے ساتھ سہارا لیکر خطبہ ارشاد فرماتے تھے پھر آپؐ کے لئے ممبر تعمیر کرایا گیا۔ جب آپؐ اس پر بیٹھے تو وہ ٹنڈ فراقِ رسول کی وجہ سے رو پڑا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کے رونے کی آواز اپنے کانوں سے سنی۔ یوں آواز آتی تھی جس طرح بچہ سسکیاں لے رہا ہو۔ رحمتِ عالم ممبر پر سے اُتر کر اس کے پاس آ گئے اور اسے اپنے ساتھ لگا کر اس پر ہاتھ پھیرا۔ تب اسے چین آیا۔ حضرت حسن بصری یہ روایت بیان کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اے انسانیت کا دعویٰ کرنے والو! فراقِ رسول میں ایک تنے کا یہ حال تھا۔ اب تم ذرا اپنی بھی کہو کہ تمہاری محبت کا کیا رنگ ہے۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد

اللّٰھم صل علیٰ محمد۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد

آپؐ رحمت ہیں عالم حیوان کے لئے کہ حیات حی و قیوم خدا کی صفت ہے اور آنحضور اس کے بندے اور اس کے مظہر اتم و اکمل ہیں

حضور نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ ہر جاندار سے حسنِ سلوک کرو۔ جو کسی پیاسے جانور کو پانی پلائے گا اسے اجر ملیگا۔

"گبن" جو ایک دشمنِ اسلام عیسائی مورخ ہے اپنی کتاب میں تسلیم کرتا ہے کہ خیرات کے متعلق کسی مذہب کی تعلیم ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آپؐ نے خیرات کا ایسا ہمہ گیر نظام قائم کیا جو ہر لحاظ سے بے نظیر ہے۔ حیوان بھی اس سے باہر رہنے نہیں پائے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میرے سید و مولےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ نہایت خوفزدہ بھاگتا آیا اور آپؐ کے سامنے بیٹھ کر قدموں میں سر رکھ دیا۔ پھر اس طرح آوازیں نکالنے لگا گویا سخت تکلیف میں ہے۔ حضور نے فرمایا یہ اپنے مالک کے خلاف تمہارے رسول کی پناہ لینے آیا ہے کہتا ہے کہ ساری عمر اس کی خدمت کی اب بڈھا ہو گیا ہوں تو مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے اتنے میں اس کا مالک بھی آگیا کہنے لگا حضور میرا اونٹ مجھے دے دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسے ذبح نہیں کرونگا۔ فرمایا نہیں خدا نے تمہارے دل میں وہ شفقت نہیں رکھی۔ جو میرے دل میں ہے۔ اس کی قیمت لے لو اس نے میری پناہ لی ہے میں اسے واپس نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضور

نے اسے خرید کر چراگاہ میں آزاد چھوڑ دیا۔

اسی طرح آپ ایک دفعہ سفر سے واپس آرہے تھے دوپہر کا وقت سخت گرمی کا موسم تھا خیمہ میں آرام فرما رہے تھے کہ ناگہاں ایک پرند کی دردناک چیخوں کی آواز آئی۔ جس کے بچے کسی نے اٹھا لئے تھے۔ ہمارے رسول کا ماں سے زیادہ شفیق ۔ زیادہ حساس و نازک دل مامتا کی پکار سن کر تڑپ گیا۔ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ اس پرندہ کو اس کے بچوں کی طرف سے کس نے تکلیف دی ہے۔ اس کے بچے واپس اس کے گھونسلے میں رکھ دو لاتضار والدۃ بولدھا کسی ماں کو خواہ وہ انسان ہو یا حیوان اسکے بچے کی طرف سے تکلیف دینا ہرگز جائز نہیں۔

آپ اولین و آخرین کیلئے رحمت ہیں

اور سب سے بڑھ کر آپ رحمت ہیں انسان کے لئے انبیاء کیلئے بھی اور اولیاء کے لئے بھی۔ اولین کے لئے بھی اور آخرین کے لئے بھی ادانی کے لئے بھی اور اباعد کے لئے بھی۔ عرب کے لئے بھی۔ عجم کے لئے بھی۔ دوست کے لئے بھی اور دشمن کے لئے بھی۔ اپنوں کے لئے بھی۔ غیروں کے لئے بھی۔ عورتوں کے لئے بھی۔ مردوں کے لئے بھی۔ بچوں کے لئے بھی اور جوانوں اور بوڑھوں کے لئے بھی۔ اچھوں کیلئے بھی اور بروں کے لئے بھی۔ غلام کے لئے بھی اور آزاد

کے لئے بھی۔ غریب کے لئے بھی اور امیر کے لئے بھی

قال رسول اللہ ولیّ اغنیائهم وفقرائهم

رسول کی ہمدردی سب کے ساتھ ہے امیر کے ساتھ بھی اور غریب کے ساتھ بھی۔ انّما انا رحمۃٌ مهداۃٌ۔ میں تو محض رحمت ہوں اور خداوند کا وہ تحفہ ہوں جو اس نے انتہائی محبت کی وجہ سے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے۔ خدایا تو ہمیں اپنے فضل سے اپنے اس بے بہا تحفے کی قدر کرنے کی توفیق دے آمین۔

آپؐ انبیاء کے لئے رحمت ہیں کیونکہ آپؐ ہی خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ ہی کی مہر نے ان کو مقام نبوت تک پہنچایا اور قرب الٰہی کا وارث کیا۔ آپ مصدق ہیں جنہوں نے پہلے انبیاء کی صداقت کو دلائل سے منوایا ورنہ ہمارے پاس ان کی صداقت کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ آپؐ ہی تمام انبیاءؑ میں سے ایک ایسے یکتا وجود ہیں۔ جنہوں نے اپنی امت سے اقرار کروایا کہ

لانفرق بین احدٍ من رسلہ

کہ ہم تو موحد ہیں ہمارا تعلق تو خدا تعالیٰ سے ہے نہ کسی قوم یا ملک یا دیار سے۔ جو بھی خدا کی طرف سے آتا ہے ہم اسے قبول کرتے ہیں خواہ وہ اسرائیلی ہو یا اسمٰعیلی۔ ہندوستان کا ہو یا یونان کا۔ ہم خدا کے سب نبیوں کو قبول کرتے ہیں۔ سب کا احترام کرتے ہیں۔ سب سے محبت

کہتے ہیں۔ آپؐ کی رحمت دیکھو کہ خدا فرماتا ہے:-

ان ھٰذہ امتکم امۃ واحدۃ

کہ اے جملہ انبیاء خواہ تم کسی ملک یا قوم یا زمانہ سے تعلق رکھتے ہو یہ امتِ محمدیہ تم سب کی امت ہے۔ انہیں تم سب پر ایمان لانے سب سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپؐ کی شفقت ملاحظہ کرو کہ انبیاء کے اپنے پیرو تو انہیں گنہگار بتاتے ہیں۔ لیکن آپؐ ان کی عزت کو قائم کرتے اور ان پر لگائے ہوئے الزامات کو دور فرماتے ہیں اور تعلیم دیتے ہیں۔

بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ لَا یَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ
وَھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ۔

وہ خدا تعالیٰ کے بڑے مکرم اور معزز بندے تھے۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ اور نہ اپنی مرضی سے کچھ کرتے تھے۔ خدا کے بلائے بولتے تھے اور اس کے حکموں کے مطابق عمل کرتے تھے۔

— آپؐ رحمت ہیں اوّلین کے لئے بھی اور آخرین کے لئے بھی۔ آپؐ نے انسانیت کی لاج رکھ لی اور اس کو اس کا فخر عطا فرمایا۔ یا تو وہ وقت تھا کہ جب خدا نے آدم کو خلیفہ بنایا اور فرشتوں نے اعتراض کیا تھا کہ یہ فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ اور ہم

تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور شیطان نے ڈینگ ماری تھی کہ

بِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ

اور خدا تعالے نے فرمایا تھا۔

اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔ ابھی تو ابتدا ہے۔ جب اس ابتدا کی انتہا ہوگی تب تم سے پوچھوں گا۔

یا پھر وہ وقت آیا کہ جب خدا تعالے کا یہ کام انتہا کو پہنچا اور رحمۃ للعالمین ظہور فرما ہوئے تو فرشتے اپنی لاعلمی کا اقرار کرتے ہوئے آپ کے کاموں کی سرانجام دہی میں لگ گئے۔ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

اللہ ہی اپنے نبی کی تعریف نہیں کرتا۔ فرشتے بھی اس کی بزرگی کا اقرار کرتے ہیں اور اس کو دعائیں دیتے ہیں حضور فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ یُبَاهِیْ بِکُمُ الْمَلٰٓئِکَةَ

کہ اللہ تعالے تمہارے وجود سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے کہ دیکھو میرے بندے محمد کی امت کیسی اچھی ہے۔ دوسری طرف شیطان بھی اپنی سب چوکڑی بھول گیا اور ہاتھ جوڑ دیئے کہ

الا عبادک منہم المخلصین

کہ تیرے مخلص بندوں تیرے رسول کا رنگ اختیار کرنے والوں پر میرا زور نہیں چلتا۔ حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے مجھے شیطان کے خلاف مدد دی ہے۔ یہاں تک کہ وہ فرمانبردار ہو گیا ہے۔

انجیل میں لکھا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی کسی سے کیا محبت کر سکتا ہے کہ اپنی جان اس کے لئے دے دے۔ میں کہتا ہوں کہ سکتا ہے بخدا کر سکتا ہے۔ ہزار بار کر سکتا ہے لاکھ بار کر سکتا ہے۔ اور ہمارے رسول نے ایسی محبت کر کے دکھائی ہے۔ کیا کوئی باشعور انسان اس بات کو مان سکتا ہے کہ اس سپاہی کی محبت جو اپنے ملک کے لئے جان دیتا ہے اس ماں سے بڑھ کر ہے جو بار بار اپنے بچہ کی خاطر موت کا سامنا کرتی ہے۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر اس شفیع کی محبت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے جس کے متعلق خود خدا فرماتا ہے کہ تو کہہ دے کہ میری دعائیں میری قربانیاں میرا مرنا اور میرا جینا اللہ تعالے کے لئے ہے جو رب العالمین ہے تا میری قربانیوں کے نتیجہ میں تمام مخلوق کی ربوبیت ہو۔ ساری دنیا کا بھلا ہو۔ اس کی شفقت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے جو خدا کے ہر بندے پر ہزاروں ماؤں سے زیادہ شفیق تھا جس کو خدا فرماتا ہے۔

لعلك باخع نفسك الا يكونوا مومنين

کیا تو اس غم میں کہ انسان اپنے رب کو کیوں قبول نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو بالکل ختم کر دے گا۔ جو کہتا ہے کہ اللہ کی قسم میری دلی تمنا ہے کہ خدا کی راہ میں اس کے بندوں کی خدمت میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ حضرت علی جیسے بہادر انسان کی گواہی ہے کہ جب جنگ بہت خطرناک صورت اختیار کر لیتی تھی تو ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی پیٹھ کے پیچھے پناہ لیتے تھے اور آپ دشمن کے مقابلہ میں سب سے آگے ہوتے تھے۔[1]

دنیا میں عظیم الشان روحانی تغیر

سوچو اور غور کرو کہ جب آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف

---

[1] یہ رحمۃ للعالمین کی رحمت کا عجیب اور محیر العقول معجزہ ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ کو بامجبوری جنگیں کرنی پڑیں اور باوجود اس کے کہ آپ جنگ میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ پھر بھی آپ کے ہاتھ سے سوائے ایک ازلی شقی ابی بن خلف کے اور وہ بھی اتفاقاً بغیر ارادہ قتل کے کوئی شخص قتل نہیں ہوا۔ نہ معلوم وہ کیسی رافت اور رحمت تھی کہ آپ کی ہاتھ میں آکر تلوار میں بھی رحم پیدا ہو جاتا تھا۔ نیزے بھی نرم پڑ جانے تھے۔

لائے تو دنیا کی کیا حالت تھی۔ پھر آپ نے کیا بنا دیا۔ اس وقت تمام دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ہر طرف شرک، بت پرستی، ضلالت و گمراہی کا دور دورہ تھا۔ ایک ایسی زہرناک ہوا چلی تھی جس نے ساری زمین کو ہلاک کر دیا تھا۔ انسانیت ختم ہو چکی تھی۔ شرافت دم توڑ چکی تھی۔ انسان درندہ بنا ہوا تھا انتہائی گند میں ملوث تھا لیکن اسے اپنے گند کا احساس تک نہیں تھا۔ تمام انسان شیطان کے دوست بنے ہوئے تھے۔ رحمٰن کا کوئی دوست نہیں تھا کہ ناگہاں خدا کی رحمت جوش میں آئی۔ اس نے اپنے بندے کے دل میں خلق کی ہمدردی کا ایسا جوش پیدا کر دیا کہ وہ ان کے فائدے کی خاطر ہر دکھ اور مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ مخلوق کی تباہی کو دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ گھر بار چھوڑ کر، بیوی بچوں سے الگ ہو کر آبادیوں سے دور نکل گیا۔ اور غار حرا کی وحشت ناک تنہائی میں جا کر رو دیا۔ نہ اسے اپنے جسم کا خیال تھا نہ اپنے نفس کے آرام سے غرض۔ بس دن رات خدا تعالےٰ کے حضور تضرع کرنا اور گڑگڑانا اور بندوں کے لئے رحم کی بھیک مانگنا اس کا کام تھا۔ اس کا دل خون ہو کر آنکھوں کی راہ بہہ گیا۔ اس نے ایسے ایسے پُر زور نالے کئے۔ ایسا شیون بپا کیا کہ فرشتے بھی رو پڑے

کون اس درد کا تصور بھی کر سکتا ہے کون اس غم کو سمجھ سکتا ہے۔ کسے پتہ ہے کہ وہ کیسی پُرسوز دعائیں تھیں جو ہمارے شفیع تھے ہمارے مشفق ہمارے چاہنے والے رسول نے ہمارے لئے غار کی تنہائی میں کیا سوائے خدا کے جس نے آخر آپ کی دعاؤں کو سنا اور کہا کہ اچھا جا تیری خاطر ہم نے معاف کیا۔ تو دنیا کے پاس میری رحمت کا پیغام لیکر جا اقرأ باسم ربك اپنے رب کا نام لیکر یہ پیغام دنیا کو پہنچا لیکن یاد رکھ کہ یہ سب کچھ تیری خاطر ہے۔ تیرے رب کی طرف سے ہے چنانچہ آپ آئے اور دنیا کو خدا کا پیغام پہنچایا۔ اور فرمایا۔

یا ایها الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً
ن الذی له ملک السمٰوٰت والارض لا الٰه
الا هو یحیٖ و یمیت فامنوا باللہ و رسوله

(سورۃ اعراف)

یعنی اے تمام انسانو! تم خواہ کسی قوم یا ملک یا زمانہ سے تعلق رکھتے ہو۔ میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ سب کا ہمدرد اور غمگسار ہوں۔ تمہیں خدائے واحد کی طرف بلاتا ہوں جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی بادشاہت ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے پیار کیا جائے۔ اور اسے

پوجا جائے۔ موت وحیات اسی کے قبضہ میں ہے۔ اگر تم اسے قبول کرو گے تو وہ تمہیں زمین و آسمان کی بادشاہت بخش دیگا اور ہمیشہ کی زندگی عطا فرمائے گا۔

یہ پیغام سنکر آپؐ کی ہنسی اڑائی گئی۔ دکھ دیا گیا۔ اتنی تکلیف دی گئی جو ناقابلِ بیان ہے۔ آپؐ کو بھی اور آپؐ کی ازواج و اولاد کو بھی۔ آپؐ کے صحابہؓ کو بھی۔ یہاں تک کہ اس مقدس سر پر جب خدا کے حضور گرا ہوا تھا اوجھڑی رکھ دی گئی۔ ہاں اس مقدس سر پر جو ساری رات ان کی خاطر خدا کے آستانہ پر گرا رہتا تھا اور عرض کرتا تھا۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ
فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْم

خدایا اگر تو انہیں عذاب دینا چاہے تو یہ نہ بھولیو کہ آخر یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے تو پیارے یہی تیری شان کے شایاں ہے۔ لیکن کوئی دکھ اور تکلیف آپؐ کی شفقت کے سیلاب کی روانی کو روک نہ سکی۔ آپؐ نے خدا کے حکم

نَبِّئْ عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی
ھو العذاب الالیم

کے مطابق ہر دروازہ پر دستک دی۔ ہر انسان کے پاس پہونچے۔ مکہ کی

گلیاں۔ عرفات اور منیٰ کے میدان۔ عکاظ اور ذو الجنہ کے میلے یثرب کی سرزمین، قادیان کی خاک، ربوہ کی پہاڑیاں گواہ ہیں کہ آپ نے خدا کا پیغام ہر ایک کو پہنچایا

آخر آپ کا سوز آپ کا درد آپ کی آہ و بکا کام آئی۔ آپ کی شفاعت نے اثر کیا۔ آپ کی محبت رنگ لائی وہ جو اندھے اور بہرے اور گونگے تھے انہیں زبان اور کان اور آنکھیں عطا ہوئیں وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے تھے انہیں زندگی عطا ہوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

جاؤُک منهوبین کالعریان
فسترتهم بملاحف الایمان
صادفتهم قوماً کروثٍ ذلة
فجعلتهم کسبیکة العقیان
حتی انثنی برٌّ کمثل حدیقة
عذب الموارد مثمر الاغصان

آپ کے صحابہؓ آپ کے پاس ایسے حال میں آئے کہ ننگے تھے۔ شیطان نے اُن کا سب کچھ لُوٹ لیا تھا اور لباس تقوےٰ کا ایک تار بھی ان کے جسم پر نہ چھوڑا تھا۔ پھر ننگے ہی نہ تھے بلکہ گندے بھی

تھے۔ سر سے پیر تک اس طرح گند میں ملوث تھے کہ دیکھ کر گھن آتے لیکن یا رسول اللہ آپ نے ان کو ماں سے بڑھ کر چاہت کے ساتھ اپنے سینہ سے لگایا ان کو نہلایا دھلایا پاک کیا اور پھر تقوے اور ایمان کی نہایت اعلیٰ خلعتوں سے ان کے ننگ ڈھانکے۔ وہ گوبر تھے۔ آپ کے ہاتھ کے اعجاز نے انہیں خالص سونا بنا دیا وہ ایک ویرانہ سے مشابہ تھے آپ کی رکھوالی نے انہیں شاندار باغ میں تبدیل کر دیا۔ جس کے پھلوں اور چشموں کا کوئی باغ مقابلہ نہیں کر سکتا۔

آپ کی شفقت اور رحمت کا سب سے بڑا ثبوت

غرض آپ کی شفقت اور رحمت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو مردہ پایا اور زندہ کر دیا۔ خدا کا قانون یہی ہے کہ انسان کو زندگی کے حصول کے لئے موت میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ دیکھو ایک ماں جو بچے کو جنم دیتی ہے وہ کتنے خطرات کا مقابلہ کر کے۔ کتنے دکھ اٹھا کر کس طرح صریح موت میں سے گزر کر بچہ جنتی ہے اور ظاہر ہے کہ روحانی پیدائش اس سے زیادہ کٹھن اور مشکل ہے پس آپ نے جو لاکھوں کو زندگی دی تو اسی وجہ سے کہ آپ نے مخلوقِ خدا سے انتہائی محبت کی وجہ سے ان کے لئے لاکھوں موتوں کا سامنا کیا اور وہ قربانی پیش کی۔ جس کی

مثال کہیں نہیں ملتی۔

پھر آپؐ نے انہیں حیوان پایا اور چوپان بنا دیا۔ جاہل پایا اور علم و معرفت کے آسمان کا ستارہ اور ایک دنیا کا استاد بنا دیا۔ وہ جو انسانیت سے بھی بے بہرہ تھے۔ آپؐ کی تربیت اور شفاعت کے نتیجہ میں ایسے پاک ہوئے کہ انہوں نے خدا کو پا لیا اور خدا نما وجود بن گئے۔ یہ وہ شفاعت اور شفقت کا معجزہ ہے جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔ یہ وہ بے نظیر اصلاح ہے جس کا نمونہ کہیں اور تلاش کرنا عبث ہے بلکہ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام اگر سارے نبی بھی مل کر وہ کام کرنا چاہتے جو آپؐ نے کیا تو کبھی نہ کر سکتے۔ ان کو وہ شفقت، وہ رحمت، وہ انشراح صدر، وہ عزم و استقلال، وہ بے نفسی اور دوسروں کی خاطر ایثار کی وہ روح نہیں ملی تھی جو آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دی گئی تھی۔ آخر کیا وجہ ہے کہ جہاں دوسرے نبیوں کی قومیں ہلاک کی گئیں۔ آپؐ کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔ یہ آپؐ کی شفقت ہی تو تھی جس نے یہ معجزہ دکھایا اور آپؐ کو یہ وعدہ دیا گیا کہ

ما کان اللہ معذبھم وانت فیھم

جب تک تُو ان میں موجود ہے خدا اُم انہیں عذاب نہیں دے گا۔ اور اگر سزا دی بھی تو وہ بھی آپؐ کے ہاتھوں دلائی۔ تاکہ اس طرح بھی

آپ کی رحمت کا نظارہ دنیا کو دکھلے۔

آپ کا عفو و انتقام آپ کی شفقت کا مظہر ہیں

رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم چونکہ خدا تعالےٰ کی صفت مالکیت کے کامل مظہر تھے اس لئے آپ کو عفو و انتقام کا کامل اختیار دیا تھا کیونکہ عفو و انتقام مالک ہی کے شایاں ہے۔ دوسرے انسان جہاں انتقام اپنی ذاتی دشمنی کی وجہ سے لیتے ہیں وہاں بعض اوقات ان کا عفو بھی دشمنی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا عفو و انتقام دونوں آپ کی شفقت کا مظہر ہیں۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی انسان پر ہاتھ نہیں اٹھایا مگر نہ کبھی کسی بچہ پر، نہ نوکر پر، نہ عورت پر۔ آپ نے کبھی اس تکلیف کا جو آپ کو دی گئی انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر کوئی خدا کے احکام کو توڑتا تو آپ اسے سزا دیتے تاکہ اس کی تادیب ہو۔ اور وہ خدا تعالےٰ کے غضب سے بچ جائے۔ اسی طرح جب آپ معاف فرماتے تو اس سے بھی مقصود اصلاح اور ہمدردی ہوتی۔ اور صرف معاف ہی نہ فرماتے بلکہ احسان بھی فرماتے۔ ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی صرف عفو کیا ہو ساتھ احسان بھی ضرور ہوتا تھا۔

وَالْکَاظِمِینَ الْغَیْظَ وَالْعَافِینَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِینَ

ایک دفعہ ایک گنوار حضور کے پاس آیا اور سوال کیا۔ آپ نے جو کچھ آپ کے پاس تھا اسے دیدیا۔ پھر پوچھا کیوں کافی ہے! کہنے لگا آپ نے تو خاک بھی نہیں دیا اور پھر آپکو گالیاں دینے لگا۔ صحابہؓ کو اتنا غصہ آیا۔ کہ انہوں نے تلواریں نکال لیں کہ ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن حضور نے صحابہؓ کو ٹھنڈا کیا اور فرمایا کہ تم جاؤ میں اس سے آپ نپٹ لوں گا پھر آپؐ اسے لیکر گھر آئے اور اس کا دامن بھر دیا۔ پھر فرمایا کیوں اب تو خوش ہو؟ وہ تعریفیں کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے نہ کسی کی مدح کی ضرورت ہے نہ ذم کی پرواہ۔ لیکن تم نے میرے صحابہؓ کا دل دکھایا ہے۔ اگر تم ضرور ہی تعریف کرنا چاہتے ہو تو ان کے سامنے کرنا اگلے دن وہ پھر آیا۔ حضور مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آکر آپ کی رسالت کا اقرار کیا۔ اور دعائیں دینے لگا حضور صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا یہ وہی ہے جسے کل تم قتل کرنے لگے تھے۔ فرمایا سنو ایک شخص کا اونٹ بھاگ گیا تھا۔ لوگ اسے پکڑنے لگے لیکن وہ قابو میں نہ آتا تھا۔ آخر مالک نے کہا تمہاری ہمدردی کا شکریہ تم اسے چھوڑ دو یہ اونٹ میرا ہے۔ اور میں ہی اسے قابو کر سکتا ہوں چنانچہ وہ الگ ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد وہ اونٹ گھاس کھانے لگ گیا

مالک نے جا کر چپکے سے اس کی نکیل پکڑ لی۔ فرمایا میری اور تمہاری اور اس شخص کی یہی مثال ہے۔ چونکہ یہ میری چیز ہے میں ہی جانتا ہوں کہ اسے کس طرح قابو کیا جا سکتا ہے۔ اگر تم پر معاملہ چھوڑا جاتا تو تم اسے قتل کر دیتے اور یہ دوزخ میں جاتا۔

فتح مکہ کے بعد جس عفو کا آپ نے ثبوت دیا وہ کیسا بے نظیر ہے۔ خون کے دشمنوں کو جن کے جرائم کی انتہا نہیں تھی لا تثریب علیکم الیوم کا مژدہ جانفزا سنایا۔ یہ تو کافروں سے عفو تھا۔ ایک دوسرے موقعہ پر آپ نے منافقوں سے بھی ایسا ہی عفو فرمایا۔ احد کی جنگ کے موقعہ پر عبد اللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لئے عین میدان جنگ سے واپس آ گیا۔ یہ غداری ایسا قبیح جرم تھا جس کی سزا ہر قانون اور شریعت کے مطابق صرف اور صرف موت ہے۔ لیکن رحمۃ للعالمین نے نہ صرف یہ کہ ان کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ احسان کا سلوک کیا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ
الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

کہ یہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بے پایاں رحمت ہی کا نتیجہ تھا کہ تو نے ان سے نرمی برتی۔ اگر تو تیز زبان اور سخت دل ہوتا تو یہ منافق کب کے تیرے

پاس سے بھاگ گئے ہوتے۔ گویا خدا تعالے نے منافقوں اور چھپے ہوئے دشمنوں کی گواہی پیش کی ہے کہ ان کا آپ کے جوار میں رہنا ثبوت ہے کہ وہ یقین رکھتے تھے کہ آپ کا دامن دامنِ رحمت ہے۔

پھر انتقام لو تو آپ کا انتقام بھی دنیا سے نرالا ہے۔ اول تو کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا۔ بار بار آپ کے قتل کے لئے لوگ آئے۔ اور عین موقعہ پر پکڑے گئے۔ ہر بار آپ نے معاف فرما دیا۔ اور جب کسی کو سزا دی تو اسکے بھلے کے لئے۔ خدا تعالے فرماتا ہے۔

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم
وماوٰھم جھنم وبئس المصیر (توبہ)

اے نبی کفار اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر کیوں؟ اس لئے کہ اگر تو نے ان سے نرمی کی تو وہ اور بگڑ جائیں گے اور آخر دوزخ میں جائیں گے۔ یہ آیت صریح دلالت کرتی ہے کہ آپ کی سختی صرف اور صرف اس لئے ہوتی تھی۔ کہ لوگوں کو خدا کے غضب سے بچائیں۔

ابوسفیان جو حضور کا جانی دشمن اور لشکر کفار کا سردار تھا فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا۔ حضور نے اسے اتنا مال دیا کہ اس کا گھر بھر دیا۔ لیکن وہ اور بھی مانگتا گیا اور آپ دیتے گئے۔ آخر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ انت کریم فی الحرب کریم فی السلم۔ جب ہم آپ سے جنگ کر رہے تھے

تب بھی آپ احسان کا سلوک فرماتے تھے۔ اب بھی کہ ہم آپ کے ماتحت ہیں۔ آپ احسان فرماتے ہیں۔

کعب بن مالک رض غزوہ تبوک میں حضور کے ساتھ نہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت آپ نے انہیں سزا دی کہ ان سے کوئی کلام نہ کرے سورۂ توبہ میں ان کا واقعہ مذکور ہے اور بڑے دردناک الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کا نقشہ کھینچا ہے جو بائیکاٹ کے دنوں میں ان کی تھی۔ وہ کہتے ہیں میں مسجد میں جاتا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس نماز پڑھتا اور نماز میں کنکھیوں سے حضور کو دیکھتا رہتا۔ جب میری نظر دوسری طرف ہوتی حضور میری طرف دیکھتے۔ لیکن جب میں آپ کی طرف نظر کرتا جھٹ دوسری طرف نظر کر لیتے۔ کتنا پیار تھا حضور کو اپنے غلاموں سے۔ سزا بھی دی ہے اور نظر بچا کر پیار کی نظروں سے دیکھتے بھی جاتے ہیں۔ فداہ ابی و امی

خلق خدا سے بے پناہ محبت

اللہ تعالےٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی انسانوں پر شفقت کے متعلق فرماتا ہے:۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم
حریص علیکم بالمومنین رءوف رحیم۔

اس آیت کا لفظ لفظ حضور کی خلق خدا سے بے پناہ محبت پر شاہد ہے فرماتا ہے تمہارے پاس خدا کا ایک پیغامبر آیا ہے وہ کیا پیغام لایا ہے۔

قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب
جمیعاً

تو ان سے کہہ دے کہ اے لوگو جنہوں نے اپنی جان پر گناہ کر کے ظلم کیا ہے تم خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ میرے غلام بن جاؤ۔ میری پیروی اختیار کرو پھر دیکھو گے کہ خدا تمہارے سارے گناہ بخش دے گا۔

پھر فرمایا من انفسکم وہ رسول تم میں ہی سے ہے تمہارے جیسا ایک انسان ہے یہ الفاظ بھی حضور کی شفقت پر دال ہیں۔ کیونکہ اول تو توحید کا سبق دیتے ہیں جو حضور کا ہم پر سب سے بڑا احسان ہے

باوجود ان کمالات کے اور ان خوبیوں کے آپ صاف طور پر کہتے تھے کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ یہ خوبیاں اور حسن میرے ذاتی نہیں۔ خدا کے دیئے ہوئے ہیں۔ میں بھی ذاتی اس کے در کا فقیر ہوں جیسے تم۔ دوم۔ ان الفاظ میں ہماری ہمت بڑھائی گئی ہے کہ شاباش مرد بنو۔ دیکھو میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں۔ میں نے یہ کمالات حاصل کر لئے تو تم کیوں نہیں کر سکتے۔ اٹھو اور کوشش کرو کھلا ہے تمہارے لئے گھر

جائیگا۔ عزیزٌ علیہ ما عنتم ایسا شفیق ایسا مہربان ہے کہ اپنی ذات کا ہر دکھ اور ہر تکلیف برداشت کر لیتا ہے۔ لیکن اگر تمہیں برداخت کر سکتا ہے تو تمہارا دکھ تمہارا تکلیف میں پڑنا اس کے ناقابلِ برداشت ہے۔ یہی وہ صفت ہے جس نے آپ کو دنیا کا نجات دہندہ بنا دیا۔ آپؐ کا قلب نازک خدا تعالےٰ کی مخلوق کا دکھ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

اس لئے ہر وقت خدا کے حضور بندوں کی شفاعت میں گریہ کناں رہتے تھے۔ یہ حضور کے آنسو ہی ہیں جو ہر مصیبت اور تکلیف کے وقت امت کے لئے رحمت کی بارش بنکر برستے ہیں۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جب بادل آتے تو لوگ خوش ہوتے لیکن حضورؐ اللہ تعالےٰ کے استغناء سے خائف رہتے تھے بے قرار ہو جاتے کہ کہیں کسی قوم کے لئے یہ بادل عذاب ثابت نہ ہوں بیقراری سے ادھر ادھر ٹہلتے اور عرض کرتے۔ خدایا ہمیں عذاب سے نہ مارلو۔ الٰہی ہمیں اپنے غضب سے ہلاک نہ کیجئو۔ میرے اللہ کیا تو نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میرے ہوتے ان کو عذاب نہیں دے گا:

آپ نے تنگی کی زندگی کیوں اختیار فرمائی؟

آپؐ جانتے ہیں کہ ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے کیسی تنگی سے

زندگی کے دن گزارے۔ کئی کئی مہینے حضور کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اکثر کئی کئی دن کے فاقے گئے۔ ساری عمر کبھی دو وقت پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی۔ چٹائی پر سوتے تھے جس سے گورے گورے جسم پر سرخ سرخ نشان پڑ جاتے۔ ایک ہی جوڑا کپڑوں کا ہوتا اس میں بھی بہت سے پیوند لگے ہوتے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں تھا کیا آپ مفلس تھے یا کیا خدا تعالے کی نعمتیں اس کے لئے حرام تھیں جس کے لئے یہ نعمتیں بنائی گئیں۔ نہیں نہیں یہ دونوں باتیں نہیں تھیں بلکہ اللہ تعالے نے آپ کو بادشاہت اور دولت عطا فرمائی تھی اور سب نعمتیں آپ ہی کے لئے پیدا کی تھیں لیکن پھر بھی جو آپ بھوکے رہتے تھے اور نہایت تنگی کی زندگی بسر فرماتے تھے تو اس کی یہی وجہ تھی کہ عزیز علیہ ما عنتم۔ آپ خدا کے سارے بندوں کو اپنے بچے سمجھتے تھے۔ کیا کوئی ماں اچھا کھانا کھا سکتی ہے جس کے بچے بھوکے مر رہے ہوں۔ پھر ماں سے بڑھ کر چاہنے والا رسول کیونکر خدا تعالے کے بندوں کو بھوکا دیکھ سکتا تھا۔ آپ اپنا سارا مال غریبوں اور یتیموں اور بیواؤں پر خرچ کر دیتے تھے ان کا پیٹ بھر دیتے تھے۔ فداہ أنفسنا

زاہرؓ حضور کے ایک غلام تھے دیہات میں رہتے تھے۔ شوق دیدار

کشاں کشاں مدینے لے آتا۔ ظاہر ان کا نہایت خستہ۔ شکل نہایت مکروہ ایسی کہ شاید کہ ان کی ماں کو بھی کبھی پیار نہ آیا ہو۔ لیکن کان رسول اللہ یحبہ۔ حضور کو ان سے بڑی محبت تھی۔ ایک دفعہ حضور نے انہیں دیکھا کہ مدینہ کے بازار میں اناج بیچ رہے ہیں۔ جسم سب خاک آلود ہے اور پسینے بہہ کر سارے جسم پر گلکاریاں کی ہوئی ہیں۔ نہایت ماندہ، دل شکستہ اور دکھی نظر آتے ہیں۔ حضور کا دل ان کے لئے پگھل جاتا ہے پیچھے سے آکر پیار سے ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں وہ حیران ہو جاتے ہیں کہ مجھ سے چاہت اظہار کا کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ ہاتھوں کو چھوتے ہیں تو نہایت نرم ہاتھوں کی نرمی اور لطافت اور محبت کا یہ انداز انہیں یقین دلا دیتا ہے کہ ایسی محبت کرنے والا خدا کے رسول کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ پیچھے کر کے حضور کو کمر سے پکڑ لیتے ہیں اور اپنا پسینہ اور مٹی سے لت پت جسم خوب حضور کے مبارک وجود سے ملتے ہیں۔ اس پر حضور ہنس کر ان کی آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا لیتے ہیں۔ کچھ اور لوگ بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ آپ مسکراتے ہوئے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں یہ میرا غلام ہے میں اسے بیچنا چاہتا ہوں اسے کون خریدتا ہے۔ اس پر زاہر کو اپنی حالت یاد آ جاتی

ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ میرے جیسے کو تو کوئی غلام بنانا بھی پسند نہیں کریگا۔ حضور ان کی یہ بات سنکر تڑپ جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں ایسا نہ کہو تمہارا تو خود عرش کا خدا خریدار ہے۔

یا رسول اللہ آپ پر خدا کی بے انتہا برکتیں اور رحمتیں ہوں آپ نے اپنے ایک ناچیز غلام کی اتنی عزت افزائی اور ناز برداری فرما کر ہمیشہ کے لئے اپنے غلاموں کا سر فخر سے اونچا کر دیا۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ بعدد ھمہ وغمہ وحزنہ لامتہ حریص علیکم۔ پھر فرماتا ہے یہ رسول حریص ہے لیکن اپنے لئے نہیں تمہارے لئے۔ اس کا جی چاہتا ہے کہ خدا کے بندے اس کے تمام فضلوں اور برکتوں کو حاصل کریں۔ ان کی دلی خواہش ہے کہ اس کی امت خدا کے نور دل کی اس کے عرفان کی اس کی نعمتوں کی وارث ہو جائے دن میں سو سو دفعہ دعا کرتے تھے۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

خدایا اپنے بندوں کو سیدھی راہ دکھا۔ ان کو ان تمام نعمتوں سے حصہ دے جو تو نے اپنے مقرب بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔ یہ آپ کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے یہ دن دکھایا کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار پاکبازوں کا مجمع ہو گیا۔ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار

پیغمبروں کے مثیل تھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔
ومنهم من يقول ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة
وقنا عذاب النار۔ ہمارا ایک بندہ ہے جو ہم سے ہر وقت مانگتا رہتا ہے کہتا
ہے خدایا میری امت کو دنیا کی حسنات میں سے بھی کامل حصہ دے اور آخرت
کی حسنات میں سے کامل حصہ دے اور اے ہمارے رب ہمیں اپنے غضب
سے اپنے سے دوری کی لعنت سے اپنے جہنم کے عذاب سے بچالے آمین۔
اللہ تعالےٰ نے اس بندہ کا نام نہیں لیا۔ صرف اتنا فرمایا کہ ہمارا
ایک بندہ ہے اس لئے کہ نام لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہر سعید فطرت
خود سمجھ سکتا ہے کہ وہ ایک بندہ رحمۃ للعالمین کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا
آپؐ ہی ہیں جن کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے ان صلٰوتک سکن
لہم۔ تیری دعائیں ہی تیری امت کے لئے قوت، برکت، رحمت،
اور اطمینان قلب کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

مخلوقِ خدا کی عدیم المثال خدمت

بالمومنین رؤف رحیم۔ مومنوں سے بہت پیار کرتا ہے۔ ان
بہت مہربان ہے۔ ان پر خدائے رحیم کی رحمت کو آشکارا کرتا ہے۔ روحانی
نعمتوں اور باطنی فیوض کو اگر الگ بھی کر لیا جائے تو بھی حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے مومنوں کے لئے ہر وہ کام کیا ہے جو ماں باپ اپنی اولاد کے لئے کرتے ہیں۔ آپ نے بھوکے رہ کر انہیں کھلایا ہے۔ دکھ اٹھا کر انہیں سکھ پہنچایا ہے۔ آپ تکلیف اٹھائی ہے تاکہ انہیں آرام دیں۔ روتے ہیں تاکہ انہیں خوش رکھیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ کان رسول اللہ کثیر الاحزان۔ حضور ہر وقت امت کے غم میں مبتلا رہتے تھے لیکن ان پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ عبداللہ بن حارث کہتے ہیں۔ ما رائیت احداً اکثر تبسماً من رسول اللہ صلعم۔ اپنے غم کو چھپائے رہتے۔ جب صحابہ کو دیکھتے تو ہشاش بشاش ہو جاتے۔ ہر ایک سے مسکرا کر ملتے۔ ان کے لئے امن اور راحت کے سامان کئے ہیں۔ ان کی حفاظت کی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک ماں اپنے بچہ کا گوموت دھوتی ہے تو یہ کام بھی آپ نے کیا ہے۔ ایک دفعہ ایک یہودی آپ کے ہاں مہمان آیا۔ خبیث آدمی تھا صبح آپ کے بستر پر پاخانہ پھر کر چلا گیا۔ حضور نے دیکھا تو خود اپنے پاک ہاتھوں سے دھونے لگے۔ اتنے میں وہ یہودی اپنی تلوار جو وہ بھول گیا تھا لینے کے لئے واپس آیا۔ حضور کو بستر دھوتے دیکھ کر ڈر گیا۔ لیکن بجائے اس کے کہ آپ اسے کچھ کہتے۔ الٹے اسے معذرت کرنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تمہارے آرام کا پورا خیال نہیں کر سکے تمہیں تکلیف ہوئی یہ اخلاق دیکھ کر وہ بے اختیار پکار اٹھا اشہد ان لا الہ الا اللہ

واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارا دن بندوں کی خدمت لگے رہتے ان کو خدا تعالےٰ کی طرف بلاتے تعلیم دیتے عرفان عطا فرماتے۔ دین و دنیا میں ان کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے تھے۔ امورِ حکومت سرانجام دیتے۔ ان کے جھگڑوں کا فیصلہ فرماتے۔ دشمنوں سے حفاظت کی تدابیر کرتے۔ یتیموں بیواؤں مسکینوں کی خبر گیری کرتے۔ کوئی بیمار ہوتا اسکی عیادت فرماتے۔ کوئی فوت ہو جاتا اس کے جنازے میں شریک ہوتے کوئی غریب یا غلام دعوت کرتا تو بڑے بڑے کام چھوڑ کر بھی اسکی دلداری کی خاطر اسکے گھر جاتے۔ بڑھیا عورتوں کا پانی بھرتے۔ کسی کو کوئی حاجت ہوتی۔ اسکو فوراً رفع فرماتے۔ کوئی کچھ مانگتا۔ آپ کے منہ سے کبھی "نہ" نہیں نکلتا تھا ایک نیم مجنوں عورت تھی وہ آکر آپ کا ہاتھ پکڑ لیتی کہ یا رسول اللہ مجھے آپ سے کام ہے۔ فرماتے تمہارے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے جہاں چاہیے جاؤ اور وہ عورت شاہ کونین کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے غلاموں کی طرح لئے پھرتی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور کبھی فارغ نہیں رہتے تھے۔ غریبوں اور یتیموں کے کپڑے اور جوتے گھر لے آتے اور اپنے ہاتھ سے سی دیتے۔ پھر جب دن بھر کے کاموں سے فارغ ہو کر جو اللہ تعالےٰ

ہی بہتر جانتا ہے کہ آپؐ اتنے تھوڑے وقت میں کس طرح کر لیتے تھے۔ رات کو گھر جاتے تو یہ نہیں تھا کہ آرام فرماتے ہوں ذرا کمر سیدھی کرنے کے لئے لیٹ جاتے تو اذا فرغت فانصب کا حکم یاد آجاتا۔ خدا تعالےٰ کے حضور کھڑے ہو جاتے۔ اپنی امت کے لئے دعائیں کرتے۔ رات کو آپؐ کا رب آپؐ سے اظہارِ محبت کرتا اور کہتا لاتذھب نفساک حسرات علیھم۔ میرے پیارے بندے کچھ تو اپنا خیال کر۔ دوسروں کی فکر میں اپنی جان نہ ہلکان کر۔ صبح خدا کی مخلوق اپنے سوجے ہوئے پاؤں اور روتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر بیقرار ہو جاتی۔ عرض کرتے یا رسول اللہ کیا خدا تعالےٰ نے آپؐ کو رب کچھ دے نہیں دیا۔؟ کیا اس نے آپؐ کے رب اگلے پچھلے قصور معاف نہیں کر دیئے؟ کیا وہ آپؐ کی سب ذمہ داریوں کا آپ متکفل نہیں ہو گیا؟ پھر حضور کیوں اتنی تکلیف کرتے ہیں؟ کیوں اتنی عبادت کرتے ہیں کہ پاؤں سوج جاتے ہیں۔ فرماتے افلا اکون عبداً شکوراً۔ جب میرا رب مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے۔ مجھ پر اتنے احسان کرتا ہے۔ میرے کاموں کا آپ متکفل ہو گیا ہے، میری امت پر جو میری عیال ہے۔ اتنا مہربان ہے۔ تو کیا میں ان نعمتوں کا شکر گزار نہ ہوں۔ غرض آپؐ کی زندگی قاب قوسین کا ایک عجیب نظارہ ہے۔ کہ رات کو آپؐ کا رب

آپ کی ان قربانیوں کی وجہ سے جو آپ مخلوق کے لئے کرتے تھے۔ آپ پر رحم کھاتا اور دن کو خدا تعالیٰ کی مخلوق آپ کی تکلیف دیکھ کر آپ کے لئے تڑپتی۔ ایسی شفاعت کا نمونہ کس دوسرے انسان نے نہیں دکھایا ہے۔

یہ حضور کی اپنی امت پر شفقت ہی تھی جس کی وجہ سے حضور نے اپنے خاندان کو صدقات کے مال سے محروم کر دیا۔ ایک دفعہ صدقے کی کھجوریں آئیں۔ حسن حسین چھوٹے چھوٹے بچے کھیل رہے تھے کہ حضرت حسین نے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی حضور کی نظر پڑ گئی۔ انگلی ڈال کر ان کے منہ سے کھجور نکال دی۔ فرمایا میاں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آلِ محمد صدقہ کی چیز خود نہیں کھاتے۔ یہی ایثار اور قربانی کا سبق تھا۔ جو ننھے حسین نے اپنے مقدس نانا سے سیکھا تھا جس کے نتیجہ میں آپ میدان کربلا میں بے نظیر قربانی پیش کر سکے۔

حضور مجسم احسان تھے

غرض کوئی کس کس شفقت کو یاد کرے۔ کس کس احسان کا ذکر کرے حضور تو مجسم احسان تھے۔ وہ کونسا احسان ہے جو آپ نے ہم پر نہیں کیا۔ وہ کیا چیز ہے جو آپ نے ہمیں نہیں دی۔ اور وہ کونسا انسان ہے

ہم پر آپ کا احسان نہیں۔ آپ تمام بنی آدم کے محسن ہیں۔ ہر قوم اور ہر زمانہ کے لوگوں پر آپ کا احسان ہے۔ آپ کی ہمدردی آپ کا جود احسان کسی قوم یا ملک یا زمانہ سے خاص نہیں۔ آپ نے ہمیں انسانیت سکھائی اور انسانیت کا شرف عطا فرمایا۔ آپ ہی نے ہمیں سچی اور خالص اور علمی اور عملی توحید کا درس دیا جو ہر صداقت کی جان ہے انسان کے سر کو وہ عزت عطا فرمائی۔ جو اس کے شایاں تھی۔ یعنی اسے اپنے مالک کے قدموں میں جھکنا سکھایا۔ زندہ نشانوں کے ساتھ زندہ خدا پر زندہ ایمان پیدا کیا۔ شریعت سکھائی اور شریعت کے احکام کی حکمتیں واضح کیں۔ شریعت کی تعلیم اور اس پر عمل پیرا ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ لیکن آپ کی شفقت اور تربیت نے شریعت کو ہمارے لئے آسان کر دیا خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ انما یسرناہ بلسانک۔ ہم نے شریعت کو تیرے جیسے شفیق باپ اور مہربان استاد کی زبانی سکھا کر یہ مشکل کام بھی تیری امت کے لئے آسان کر دیا ہے۔ کیونکہ اول تو آپ نے بہت محبت اور شفقت سے تعلیم دی۔ دوم ہر حکم پر خود عمل کر کے دکھایا۔ قرآن دیا۔ جو ایک ایسا خزانہ ہے جس کی دولت کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ پاک کیا اور اس پاک سے ملنے کی راہیں بتائیں۔

اس سے بڑھ کر شفیق اور کون ہو سکتا ہے جس نے ہمیں آگ سے

سے بچایا اور نجات کی راہیں دکھائیں (آل عمران ۱۰۳)

اس سے زیادہ مہربان اور کون ہو سکتا ہے۔ جس کے متبعین سے خدا کا وعدہ ہے کہ اگر تم تقوےٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہیں فرقان عطا فرمائیگا یعنی روح القدس تم پر نازل ہوگا۔ تمہاری بدیوں کو تم سے دور کر دیگا۔ تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (انفال)

اس سے بڑھ کر کون معزز ہو سکتا ہے۔ جس کے پیرووں کے تزکیہ کا خدا خود متکفل ہو جاتا ہے (سورہ محمد) اس سے زیادہ خدائے رحیم کی رحمت کا نشان کون ہو سکتا ہے۔ جس کی امت سے خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ اگرچہ میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔ لیکن میں اس رحمت سے خاص طور پر ان کو حصہ دونگا جو اس معصوم نبی کی اتباع کرتے ہیں جو تمام اچھی چیزوں کے دروازے ان کے لئے کھولتا ہے۔ اور ان ہی چیزوں سے انہیں محروم کرتا ہے جو خراب ہیں جو ان کے بوجھ خود اٹھا لیتا ہے۔ جو انہیں شیطان کی اسیری اور نفس کی غلامی اور توہمات اور رسوم کے طوق و سلاسل سے رہائی دیتا ہے (سورۂ اعراف) ہل اس سے بڑھ کر کس کی محبت ہو سکتی ہے جس کی پیروی انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔ (آل عمران)

جو ماں باپ اپنے بچوں پر زیادہ شفیق ہوتے ہیں زیادہ توجہ اور

دلسوزی سے اپنی اولاد کی تربیت کرتے ہیں۔ ان ہی کی اولاد لائق نکلا کرتی ہے۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دلسوزی اور توجہ ہی تو تھی جس نے آپ کی امت کو خدا کی طرف سے بہترین امت کا لقب دلایا۔ جس کے صحابہؓ میں سے ہر ایک آسمان روحانی کا تابندہ ستارہ بن گیا۔

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آپ کی بے مثال شفقت کا ایک اور ثبوت

اور وہ جو قادیان میں ایک نور نازل ہوا۔ اگر خدا تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شفقت کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ جب آنحضورؐ نے پھر ایک دفعہ دنیا کو انتہائی ضلالت اور گمراہی میں دیکھا اور امت کو انتہائی ذلت کی حالت میں پایا تو آپ کا دریائے رحمت پھر ایک دفعہ جوش میں آیا اور آپ کی روح پھر امت کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئی تب آپ کے خدا نے آپ ہی کی گود کے پالے کو، ہاں آپ ہی کے بیٹے کو بھیجا کہ وہ دنیا میں جا کر دنیا کو پھر ایک بار اپنے روحانی باپ

اپنے رسول مطاع کی محبت و شفقت کا نظارہ دکھائے کل برکۃ من
محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارك من علّم و تعلّم

صحابہؓ کی بےنظیر قربانیاں

صحابہؓ کی بے نظیر قربانیاں، ان کا صدق دوفا آپؐ کی راہ میں انکا اپنے ماں باپ کو بیوی بچوں کو وطن کو چھوڑ دینا۔ آپکی خاطر قربانی کے بکرے کی طرح اپنا خون بہا دینا۔ ان میں سے بعض کا اپنے ہاتھ سے اپنے ماں باپ کو قتل کرنا اس لئے کہ وہ ان کے رسول سے دشمنی رکھتے تھے کیا اس بات کا ثبوت نہیں کہ انہوں نے آپ سے وہ محبت دیکھی جس کی وجہ سے وہ آپؐ پر ہزار دل جان سے قربان ہو گئے اور اپنے مال باپ اور اولاد کو آپ پر قربان کر دیا وہ انصاریہ ہمیں کیا بتاتی ہے جس کا خاوند باپ اور بھائی سب جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ لیکن جو حضور کو دیکھ کر کہتی تھی یا رسول اللہؐ کل مصیبۃ بعدك جلل۔ آپؐ زندہ وسلامت ہیں تو باپ کی بیٹے کی خاوند کی بھائی کی کسے پرواہ کیا یہ نہیں کہ انہوں نے آپ کا وہ پیار دیکھا جس نے آپ کا سب سے زیادہ پیار دیکھا جس نے آپکو رب سے زیادہ پیارا بنا دیا۔ زید بن رضی اللہ عنہ کی روح ہمیں یہ پیغام دیتی ہے جبکہ مکہ کے بدبخت جب قتل کرنے لگے تو ابوسفیان نے کہا تھا کہ زید خدا لگتی کہنا کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تمہاری

جگہ محمد (صلعم) ہمارے ہاتھوں میں ہوتے اور ہم انہیں قتل کرتے تو وہ جوانمرد پھکنے لگا۔" خدا کی قسم میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ میری جان کے عوض میرے رسول کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔ کیا یہی نہیں کہ اے محمدؐ کے غلامو خدا اور رسول کی محبت میں جو مصیبت بھی پہنچے اسے انعام سمجھنا اور خوشی سے سہہ لینا۔ لیکن خدا کے لئے اپنی محبت اور رسول کی عزت پر حرف نہ آنے دینا کیونکہ ایسی محبت تم کسی دوسرے انسان سے نہیں پاؤ گے۔

دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ ۔ نباشد نیز شایانِ محمدؐ

(از حضرت مسیح موعودؑ)

افسوس کہ اگر میں سو جانیں بھی آپ پر قربان کردوں تو بھی میری یہ قربانی آپ کی شان کے مطابق نہیں اور آپ کے احسانوں کا بدلہ نہیں ہو سکتی۔

حضرت عمرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دفعہ اپنے ایام خلافت میں رات کے وقت مدینہ کی گلیوں کا چکر لگا رہے تھے کہ آپ نے ایک عورت کی آواز سنی جو فراقِ رسول میں روتی تھی اور یہ شعر پڑھتی تھی

على محمد صلوٰة الابرار | صلى عليه الطيبون الاخيار
قد كان قواماً بكى بالاسحار | يا ليت شعرى والمنايا اطوار
هل يجمعنى وحبيبى الدار

سب نیک لوگ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ آپؐ ساری رات خدا

کی عبادت کرتے اور رو رو کر اس کے بندوں کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ موت تو آ کر رہے گی لیکن کاش کوئی مجھے اتنا بتا دے کہ کیا مرنے کے بعد محبوب سے ملاقات بھی ہوگی کہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ شعر سنے تو وہیں بیٹھ گئے۔ ساری رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کو یاد کرکے روتے رہے۔ صبح افتاں و خیزاں گھر پہنچے ایسے بیمار پڑے کہ کئی دن تک چارپائی سے اٹھ نہ سکے :

یہ کیا بات ہے کہ آج بھی حضورؐ کو اس دنیائے ظاہری سے رخصت ہوئے ۱۳۷۱ سال اور کچھ ماہ گزر چکے ہیں۔ آپؐ کی یاد ہے کہ کسی طرح بھلائی نہیں جاتی۔ آج بھی آپ کا نام کہنے پر ہماری نطق ہماری زبانوں کے بوسے دینے لگتی ہے۔ کہیں سے محمدؐ نام سن پاتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کسی نے کانوں میں امرت انڈیل دیا ہے۔ چشم پُرآب ہو جاتی ہے۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگتا ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ جبلت القلوب علیٰ حُبّ من احسن الیہ۔ انسان کا دل محسن سے محبت کرنے پر مجبور ہے۔ آپؐ کے احسان، آپؐ کے فیوض، آپؐ کی برکات آپؐ کی شفقتیں اور رحمتیں ہم پر بھی اسی طرح ہیں جس طرح صحابہؓ پر تھیں۔ ہم آج بھی آپؐ کے وسیلہ سے خدا تعالے کی عنایات اور الطاف کے وارث ہوتے ہیں جس طرح صحابہ ہوتے تھے۔ آپ کی شفاعت سے اس بارگاہ کی ہم پر محبت کی نظر ہے۔

آپ نے محبت و ہمدردی کا حق ادا کر دیا

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپؐ نے اپنے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کو اکٹھا کیا اور ایک نہایت بلیغ اور پُر اثر خطبہ دیا وہ تمام باتیں جو انہیں خدا کے قریب کرنے والی تھیں پھر ایک بار انہیں سکھائیں اور ان تمام باتوں سے جو انہیں خدا سے دور کر سکتی تھیں روکا۔ ایک دوسرے کی جان مال اور عزت کا احترام کرنے کی تلقین فرمائی۔ عورتوں اور کمزوروں اور ماتحتوں پر شفقت کی نصیحت کی آپس میں پیار و محبت سے بھائیوں کی طرح رہنے کا حکم دیا۔

پھر فرمایا لوگو قیامت کے دن خدا تم سے میرے متعلق پوچھے گا تو تم اس سے کیا جواب دو گے عرض کیا قد بلّغت و ادّیت و نصحت جزاک اللہ عنّا خیراً۔ یا رسول اللہ ہم عرض کریں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام خوب اچھی طرح ہمیں پہنچا دیا۔ جو فرائض آپ کے ذمہ لگائے گئے ان سب کو پورا کر دیا اور خدا کے بندوں سے شفقت و محبت اور ہمدردی کا جو حق تھا وہ آپ نے ادا کر دیا۔ یا رسول اللہ ہم آپ کے احسانوں کا بدلہ نہیں دے سکتے۔ اللہ ہی آپ کو ہماری طرف سے بہترین بدلہ دے ــــ آج ہم لوگ جو یہاں اکٹھے ہوئے ہیں ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ خدایا تیرے رسولؐ نے تیرا پیغام ہمیں اچھی طرح پہنچا دیا ہم سے ایسی محبت کی جو تیرے اور تیرے رسول کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

خدایا اسے ہماری طرف سے وہ بدلہ دے جو اس کی شفقتوں اور تیری شان کے مطابق ہے

اللھم صل و سلم و بارک علیہ بعدد ھمہ و غمہ و حزنہ لامتہ